خطبہ جمعہ

اللہ کے ہاں سے رزق طلب کرو۔ اگر انسان کے اندر یہ ایمان پیدا ہو جائے تو انسان بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے کیونکہ رزق کی حرص سے ہی بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں

کوئی جان اس وقت تک مر نہیں سکتی جب تک کہ اس کا پورا رزق اسے نہ مل جائے ۔ حلال کو لے لو اور حرام کے قریب نہ جاؤ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۵؍ جنوری ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۵؍ صلح ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

یہ جو رزّاق اور رازق کا خطبات کا سلسلہ چل رہا تھا آج یہ اس کی آخری کڑی ہے اور قرآن کریم میں جہاں جہاں صفت رزّاق یا رازقیت کے متعلق ذکر ہے وہ مَیں نے لے لیا ہے۔ اور کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات بھی ہیں جو غیر معمولی شان کے ساتھ پورے ہوئے اور خدا تعالیٰ نے پہلے سے آپ کو اس رزق کی خبر دے دی تھی جو آسمان سے نازل ہونا تھا۔

پہلی آیت سورۃ العنکبوت کی ہے: ﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا. اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (العنکبوت:۱۸)۔ یقیناً وہ لوگ جن کی تم اللہ کی بجائے عبادت کرتے ہو تمہارے لئے کسی رزق کی ملکیت نہیں رکھتے۔ پس اللہ کے حضور ہی رزق چاہو اور اُس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیت کے تعلق میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ یہ ایمان پیدا ہو تو انسان بہت سے گناہوں سے بچ جائے گا"۔ (حقائق الفرقان جلد ۳ صفحہ ۳۳۳) کیونکہ رزق کی حرص سے ہی بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق عطا فرماتا ہے تو پھر بہت سے گناہوں سے بھی انسان بچ سکتا ہے۔

اب سورۃ الروم کی اکتالیسویں آیت ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ .هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ .سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق عطا کیا پھر وہ تمہیں مارے گا اور وہی تمہیں پھر زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شرکاء میں سے بھی کوئی ہے جو ان باتوں میں سے کچھ کرتا ہو۔ وہ بہت پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بھی کسی تکلیف دہ بات کو سن کر صبر کرنے والا نہیں۔ وہ اللہ کا شریک بناتے ہیں اور اُس کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ انہیں رزق دیئے جاتا ہے اور عافیت دیئے جاتا اور عطا کئے جاتا ہے۔ (مسلم۔ کتاب صفة القيامة)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 'ازالہ اوہام' میں لکھتے ہیں:۔

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزقِ مقسوم اسے ملتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے"۔

(ازالہ اوہام ، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ویدوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"وید خدا تعالیٰ کے رازق اور منعم اور رحمٰن ہونے سے بھی انکاری ہے کیونکہ ہر ایک نعمت جو انسان کو ملتی ہے اُن سب نعمتوں کو وید انسانوں کے لئے اُنہیں کے اعمال کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور خدا کے فضل اور انعام اور رحمت کا کچھ ذکر نہیں کرتا۔ پس جب کہ ہر ایک نعمت انسانوں کی وید کے رُو سے صرف اُن کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہندوؤں کا پرمیشر رازق اور منعم اور رحمٰن نہیں ہے بلکہ رازق اور منعم اور رحمٰن اُن کے اعمال ہیں اور پرمیشر کچھ بھی نہیں۔...... پس یہ عجیب بات ہے کہ پہلے تو وید نے خدا تعالیٰ کی اس صفت سے جو وحدت فی الازل والابد ہے، انکار کیا اور پھر اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی صفت خالقیت سے انکار کیا اور بعد اس کے خدا تعالیٰ کی صفت رازقیت اور رحمانیت سے وید منکر ہو بیٹھا...... اس لئے ہم بزور کہتے ہیں کہ وید کے رُو سے ہندوؤں کا پرمیشر ہر ایک صفت سے معطل ہے۔ نہ قادر ہے، نہ خالق ہے، نہ واحد لاشریک ہے، نہ رازق ہے، نہ رحمٰن ہے، نہ منعم ہے بلکہ تمام مدار اپنے اپنے اعمال پر ہے۔ پرمیشر میں کوئی صفت نہیں۔ پس خیال کرنا چاہئے کہ کہاں تو یہ دعویٰ کہ الہامی کتاب کی یہ نشانی ہے کہ جس میں اعلیٰ درجہ کے صفات پرمیشر کے درج ہوں اور کہاں یہ حالت کہ ہندوؤں کے پرمیشر کی ایک صفت بھی ثابت نہیں ہوتی۔"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن۔ جلد ۲۳۔ صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸)

اب سورۃ یٰسین کی آیت ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ . قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ أَ نُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ. اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یٰسین:۴۸)۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں کیا ہم انہیں کھلائیں جن کو اللہ اگر چاہتا تو خود کھلاتا؟ تم تو محض ایک کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب صدقہ (یعنی مالی قربانی) والی آیت نازل ہوئی تو ہم لوگوں کے سامان وغیرہ اٹھاتے (اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے پیسے جمع کرتے) تھے۔ چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے بہت سارا مال صدقہ میں پیش کیا تو (منافق) لوگوں نے کہا کہ یہ ریاکاری کر رہا ہے۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اُس نے ایک صاع اناج بطور صدقہ پیش کیا تو (منافق) لوگوں نے کہا اللہ اس کے ایک صاع سے مستغنی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾. یعنی وہ لوگ جو مومنوں میں سے دلی شوق سے نیکی کرنے والوں پر صدقات کے بارے میں تہمت لگاتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو اپنی محنت کے سوا (اپنے پاس) کچھ نہیں پاتے۔

(بخاری۔ کتاب الزكوٰة)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم میں لباس اور مکان دینے کی تاکید نہیں آئی"۔ اور یہ خاص نکتہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے نکالا ہے۔ "قرآن کریم میں لباس اور مکان دینے کی تاکید نہیں آئی جس قدر کھانا کھلانے کی آئی ہے"۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ تاکید کسی نہ کسی پہلو سے تو ضرور نکلتی ہے لباس اور مکان کی لیکن جتنا کھانا کھلانے پر زور ہے اتنا نہیں ہے۔ "ان لوگوں کو خدا نے کافر کہا ہے جو بھوکے کو کہہ دیتے ہیں میاں تم کو خدا ہی دے دیتا اگر دینا منظور ہوتا۔ قرآن کریم کے دل سورۃ یٰسین میں لکھا ہے ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ﴾ آج کل چونکہ قحط

ہو رہا ہے انسان اس نصیحت کو یاد رکھے اور دوسرے بھوکوں کی خبر لینے کو بقدر وسعت تیار رہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے یتیموں، مسکینوں اور پابند بلا کو کھانا دیتا ہے مگر صرف اللہ کے لئے دے۔ یہ تو جسمانی کھانا ہے۔ روحانی کھانا ایمان کی باتیں، رضائے الٰہی اور قرب کی باتیں یہاں تک کہ مکالمۂ الٰہیہ تک پہنچا دینا، اسی رنگ میں رنگین ہونا ہے۔ وہ جسم کی غذا ہے اور یہ روح کی غذا ہے"۔ (حقائق الفرقان جلد ۳ صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴) یعنی دونوں غذائیں مہیا کرنی چاہئیں جسم کی بھی اور روح کی بھی۔

سورۃ صٓ آیات ۵۰ تا ۵۵۔ ﴿هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ. جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ. مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ. وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ. هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ. اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾۔ یہ ایک عظیم ذکر ہے اور یقیناً متقیوں کے لئے بہت اچھا ٹھکانا ہوگا۔ یعنی ہمیشہ کے باغات ہونگے۔ اُن کی خاطر دروازے اچھی طرح کھلے رکھے جائیں گے۔ اُن میں وہ تکیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے (اور) وہاں بکثرت طرح طرح کے میوے اور مشروب طلب کر رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس (حیادار) نظریں جھکائے رکھنے والی ہمجولیاں ہوں گی۔ یہ ہے وہ جس کا حساب کے دن کے لئے تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ یقیناً یہ ہمارا رزق ہے۔ اُس کا ختم ہو جانا ممکن نہیں۔

یہ ساری تمثیلات ہیں اور یہ جو ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ وغیرہ قرآن کریم نے ان کو لؤلؤ بھی کہا ہے، موتی ڈھکے چھپے ہوئے موتی، تو یہ تمثیلات ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک روح موتی بھی ہو اور پردہ دار جھکی ہوئی آنکھوں والی بھی ہو۔ اسلئے یہ ساری تمثیلات ہیں ان پر تمثیل کے طور پر غور کرنا چاہئے۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ. وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ. رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا. كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ (سورۃ قٓ: ۱۰ تا ۱۲)۔ اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی اتارا اور اس کے ذریعہ باغات اور کٹائی کی جانے والی فصلوں کے بیج اگائے۔ اور کھجوروں کے اونچے درخت جن کے تہ بہ تہ خوشے ہوتے ہیں۔ بندوں کے لئے رزق کے طور پر۔ اور ہم نے اُس (یعنی بارش) کے ذریعہ ایک مردہ علاقہ کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح خروج بھی ہوگا۔

اب جو خروج کا ذکر اس میں آیا ہے یہ صرف اس حد تک سمجھنا چاہئے کہ مردہ کو زندہ کرنا، جس طرح مردہ زمین کو خدا تعالیٰ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح مُردوں کو بھی زندہ کرے گا۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اہل جنت کو کہے گا: اے جنت کے رہنے والو! وہ جواب دیں گے: اے ہمارے ربّ! ہم حاضر ہیں، تمام سعادتیں تیرے پاس ہیں اور سب بھلائیاں تیرے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم خوش ہو؟ جنت میں رہنے والے عرض کریں گے: اے ہمارے ربّ! ہم کیوں نہ خوش ہوں جبکہ تُو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو اپنی مخلوقات میں سے کسی کو نہیں دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بہتر نعمت نہ دوں؟ جنت والے کہیں گے: ان سے بہتر اَور کونسی نعمت ہو سکتی ہے؟۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مَیں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا اور اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ یہ سب سے بہتر جنت ہے۔ (مسلم۔ کتاب الجنۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں تیار کی ہوئی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا۔

اب اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ساری تمثیلات کی باتیں ہو رہی ہیں ورنہ جنت کا ذکر تو آپ ہمیشہ سنتے ہیں قرآن کریم میں پڑھتے ہیں، احادیث میں پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کسی کان نے نہیں سنا، کسی آنکھ نے نہیں دیکھا حالانکہ مثالیں دے دے کر سمجھایا گیا ہے کہ کس قسم کی جنت ہے۔ تو یہ ساری باتیں غور کرنے کے بعد انسان کو مجبور کرتی ہیں کہ یہ حکمت کی باتیں ہیں جن پر غور کر کے ان کو تمثیلات کے رنگ میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اور یہاں تک بھی فرمایا کہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک نہ گزرا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: اس کی تصدیق کے لئے اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ یعنی کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

یہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا استنباط ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمایا کہ یہ آیت پڑھ لو مگر مراد یہی ہے کہ کسی ذی روح کو علم نہیں کہ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے کیا آنکھوں کی جنت چھپا رکھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یاد رکھنا چاہئے کہ باخدا آدمی دنیا سے نہیں ہوتا اسی لئے تو دنیا اس سے بغض رکھتی ہے بلکہ وہ آسمان سے ہوتا ہے اسی لئے آسمانی نعمت اس کو ملتی ہے۔ دنیا کا آدمی دنیا کی نعمتیں پاتا اور آسمان کا آسمانی نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ سو یہ بالکل سچ ہے کہ وہ نعمتیں دنیا کے کانوں اور دنیا کے دلوں اور دنیا کی آنکھوں سے چھپائی گئیں لیکن جس کی دنیوی زندگی پر موت آجائے اور وہ پیالہ روحانی طور پر اس کو پلایا جائے جو آگے جسمانی طور پر پیا جائے گا، اس کو یہ پینا اس وقت یاد آئے گا جب وہی پیالہ جسمانی طور پر اس کو دیا جائے گا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس نعمت سے دنیا کی آنکھ اور کان وغیرہ کو بے خبر سمجھے گا چونکہ وہ دنیا میں تھا اگرچہ دنیا میں سے نہیں تھا اس لئے وہ بھی گواہی دے گا کہ دنیا کی نعمتوں میں سے وہ نعمت نہیں۔ نہ دنیا میں اس کی آنکھ نے ایسی نعمت دیکھی، نہ کان نے سنی اور نہ دل میں گزری۔ لیکن دوسری زندگی میں اس کے نمونے دیکھے جو دنیا میں سے نہیں تھے بلکہ وہ آنے والے جہان کی ایک خبر تھی اور اس سے اس کا رشتہ اور تعلق تھا۔ دنیا سے کچھ تعلق نہ تھا"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۰)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے۔ وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی۔ بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے اور ہر ایک کی بہشت اسی کا ایمان اور اسی کے اعمالِ صالحہ ہیں جن کی اسی دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن عالمِ آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے۔ خدا تعالیٰ کی پاک تعلیم ہمیں یہی بتلاتی ہے کہ سچا اور پاک اور مستحکم اور کامل ایمان جو خدا اور اس کی صفات اور اس کے ارادوں کے متعلق ہو وہ بہشت خوشنما اور بارآور درخت ہے اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ. تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ﴾ یعنی وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط تفریط اور نقص اور خلل اور کذب اور ہزل سے پاک اور من کلّ الوجوہ کامل ہو اس درخت کے مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو جس کی جڑ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں اور اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہو اور کوئی وقت اس پر نہیں آتا کہ اس کی شاخوں میں پھل نہ ہوں"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱)

اس تمثیل پر غور سے پتہ چلتا ہے کہ "شاخیں آسمان میں" "زمین سے انسان کو رزق ملتا ہے تو گویا اس کی جڑیں زمین میں ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا کلام آسمانی شاخوں کو عطا ہوتا ہے۔ اور یہ روحانی رزق اس کو آسمان ہی سے عطا ہوتا ہے۔

سورۃ الجمعۃ:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا. قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ. وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (الجمعۃ:۱۰-۱۲)۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصہ میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جاچکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کوئی تجارت یا دل بہلاوا دیکھیں گے تو اس کی طرف دوڑ پڑیں گے اور تجھے اکیلا کھڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ دل بہلاوے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ رزق عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

ان آیات پہ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جو علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جمعہ میں کھڑے تھے تو شام کا ایک قافلہ آیا اور سب گروہ سوائے بارہ اشخاص کے آنحضرت ﷺ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ روایت درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ مستقبل کی خبر تھی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی تعلیم کو بھول کر مسلمان کہلانے والے دنیا پر ٹوٹ پڑیں گے اور آنحضرت ﷺ کو گویا کہ اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے۔

مسلم کتاب الجمعہ۔ آیت کریمہ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ اب یہی آیت ہے جس کی مسلم میں تفسیر یوں ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ تجارت کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے کسی حق کی ادائیگی کا وقت آجاتا تو کوئی تجارت اور خرید و فروخت ان کو قطعاً اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ روک سکتی تھی بلکہ وہ اللہ کے حق کو ادا کرتے تھے۔

اب یہ تضاد نہیں ہے دونوں باتوں میں۔ پہلی خبر مستقبل کے متعلق ہے۔ تو مستقبل میں لوگ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر تجارتوں کی طرف جھک جائیں گے۔ اور یہ خبر جو ہے مُسلم کی، یہ اس وقت کے حالات کے اوپر ہے کہ اگر کوئی تجارت وغیرہ آتی تھی تو قطعاً لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اردگرد جمع رہتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور روزی کی تلاش میں اعتدال سے کام لو، کیونکہ کوئی جان اس وقت تک نہیں مر سکتی جب تک کہ اس کا پورا رزق اُسے نہ مل جائے، اگرچہ اس کے ملنے میں کچھ تاخیر ہو سکتی ہے۔ سو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور روزی کی تلاش میں اعتدال سے کام لو۔ حلال کو لے لو اور حرام کے قریب نہ جاؤ۔ (ابن ماجہ۔ کتاب التجارات)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ کو خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ یقین کرو اور مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا۔ کبھی ایسی جرأت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ اپنے ذاتی اغراض کو مقدم کر لو۔ خدا کے لئے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر پا لیتا ہے۔ تم جانتے ہو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) نے کیا چھوڑا ہوگا۔ اس کے بدلہ میں کتنے گنا زیادہ خدا نے ان کو دیا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے۔ ﴿لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾۔ تجارتوں میں خسارہ کا ہو جانا یقینی اور کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہو جانا قرین قیاس ہے لیکن خدا تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اٹھا سکتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں سے بہتر ہے، وہ خیر الرازقین ہے"۔ (حقائق الفرقان جلد ۴ صفحہ ۱۳۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ مزید فرماتے ہیں۔

"مَیں نے بسا اوقات نصیحت کی ہے ﴿كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ پر عمل کرنے کے واسطے ضروری ہے یہاں (یعنی قادیان میں) آکر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن مَیں ان کو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام تجارتوں کو چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آجاؤ۔ وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ کیا ہم کنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہم کو دنیوی عزت یا وجاہت بری لگتی ہے؟۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو ہم کو کھینچ کر یہاں لے آئی؟۔ مَیں شیخی کے لئے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنِّعْمَة کے طور پر کہتا ہوں کہ مَیں اگر شہر میں رہوں تو بہت روپیہ کما سکوں لیکن مَیں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس کا مختصر جواب مَیں یہی دوں گا کہ مَیں نے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے۔ جس کو چور اور قزاق نہیں لے جا سکتا۔ مجھے وہ ملا ہے جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا۔ پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑ کر مَیں چند روزہ دنیا کے لئے مارا مارا پھروں!؟۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب مجھے کوئی ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے، مَیں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔ پس میری دولت، میرا مال، میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں"۔

(حقائق الفرقان جلد ۴ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

سورۃ الطلاق آیت ۴: ﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ اور وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے فیصلہ کو مکمل کرکے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی قیادت میں ساحل کی طرف بھیجا جو تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ چنانچہ ہم نکلے مگر ابھی ہم راستے ہی میں تھے کہ ہمارا زادِ راہ ختم ہونے لگا۔ اس پر ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکر میں جو کچھ بھی زادِ راہ بچا ہے، وہ جمع کیا جائے۔ وہ جمع کیا گیا تو وہ کھجور کے دو تھیلے نکلا۔ چنانچہ وہ ہمیں اس میں سے ہر روز تھوڑی تھوڑی کھجوریں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہونے کے قریب پہنچا تو ابوعبیدہؓ ہمیں دن میں صرف ایک ایک کھجور دینے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے جابر سے کہا کہ آپ لوگوں کا ایک کھجور سے کیا بنتا تھا؟ اس پر انہوں نے کہا: ہمیں ایک کھجور کی قیمت اُس وقت معلوم ہوئی جب وہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔ پھر ہم سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑی مچھلی ہے جو ایک ٹیلے کے برابر ہے۔ ہم اٹھارہ روز تک اس مچھلی کا گوشت کھاتے اور اس کا تیل استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ ہمارے جسموں میں توانائی لوٹ آئی۔ پھر ابوعبیدہؓ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو کھڑے کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ ایک اونٹ پر ہودج ڈالا جائے۔ پھر وہ اونٹ ان دو پسلیوں کے نیچے سے گزارا گیا لیکن (وہ اتنی بڑی تھیں کہ پھر بھی) وہ انہیں چھو نہ سکا۔

ایک اَور روایت میں راوی کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ پہنچے اور ہم نے اس واقعہ کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے خوشی سے کھاؤ، یہ تو ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نکالا تھا اور اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ اس پر ان میں سے ایک صحابی اس مچھلی کا کچھ گوشت لائے تو آپؐ نے بھی تناول فرمایا۔ (بخاری۔ کتاب المغازی)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"متقی کے لئے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ ﴿مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾۔ پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے۔ لیکن حصولِ تقویٰ کے لئے نہیں چاہئے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقویٰ اختیار کرنے سے جو مانگو گے ملے گا۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ تقویٰ اختیار کرو جو چاہو گے وہ دے گا۔ جس قدر اولیاء اللہ اور اقطاب گزرے ہیں انہوں نے جو کچھ حاصل کیا تقویٰ ہی سے حاصل کیا۔ اگر وہ تقویٰ اختیار نہ کرتے تو وہ بھی دنیا میں معمولی انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے۔ دس بیس کی نوکری کر لیتے یا کوئی حرفہ یا پیشہ اختیار کر لیتے، اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا۔ مگر آج جو عروج ان کو ملا اور جس قدر شہرت اور عزت انہوں نے پائی یہ سب تقویٰ ہی کی بدولت تھی۔ انہوں نے ایک موت اختیار کی اور زندگی اس کے بدلہ میں پائی"۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۷ بتاریخ ۲۱ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"جو خدا کا متقی اور اس کی نظر میں متقی بنتا ہے اس کو خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ برحق ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا ہے اور بڑا رحیم کریم ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہ اسے ہر ذلت سے نجات دیتا اور خود اس کا حافظ و ناصر بن جاتا ہے۔ مگر وہ جو ایک طرف دعویٰ اتقاء کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے اُن دونو میں ہم کس کو سچا کہیں اور کس کو جھوٹا؟ خدا تعالیٰ پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَایُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ ہم اس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔ اصل یہ ہے کہ اُن کا تقویٰ یا اُن کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل وقعت ہو یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے۔ لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔ سو ان پر بجائے رحمت اور برکت کے لعنت کی مار ہوتی ہے جس سے سرگرداں اور مشکلاتِ دنیا میں مبتلا رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے وعدوں کا سچا اور پورا ہے۔

رزق بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں اور برے حال سے شام کو دو تین آنے ان کے ہاتھ میں آتے ہیں۔ یہ بھی تو رزق ہے مگر لعنتی رزق ہے۔ نہ رزق ﴿مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾۔ حضرت داؤدؑ زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، جوان ہوا، جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خداترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو در بدر دھکے کھاتا اور ٹکڑے مانگتے دیکھا"۔

(الحکم۔ جلد ۷ نمبر ۱۲۔ بتاریخ ۳۱/مارچ ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۵)

اس پہلو سے مسلمانوں کو سکھوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ آپ کو سکھوں میں کوئی فقیر نظر نہیں آئے گا۔ اس معاملہ میں وہ توحید پر قائم ہیں۔ کبھی کوئی سکھ فقیر نہیں دیکھیں گے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا رزق بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ذاتی تجارب بیان فرماتے ہیں:-

"ایک مرتبہ اتفاقاً مجھے پچاس روپیہ کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل فقر اور توکل پر کبھی کبھی ایسی ضرورت کی حالتیں آجاتی ہیں۔ ایسا ہی یہ حالت مجھے پیش آگئی کہ اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ سو مَیں صبح سیر کو گیا اور اس ضرورت کے خیال نے مجھے یہ جوش دیا کہ مَیں اس جنگل میں دعا کروں۔ چنانچہ مَیں نے ایک پوشیدہ گوشہ میں جاکر اس نہر کے کنارے پر دعا کی جو بٹالہ کی طرف قادیان سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب مَیں دعا کرچکا۔ تب فی الفور دعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیکھ! مَیں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں۔ تب مَیں خوش ہوا اور اس جنگل سے قادیان کی طرف واپس آیا اور سیدھا بازار کی طرف رُخ کیا۔ تا قادیان کے سب پوسٹ ماسٹر سے دریافت کروں کہ آج ہمارے نام کچھ روپیہ آیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ڈاکخانہ سے بذریعہ ایک خط کے اطلاع ہوئی کہ پچاس روپیہ لدھیانہ سے کسی نے روانہ کئے ہیں اور غالباً گمان گزرتا ہے کہ اسی دن یا دوسرے دن وہ روپیہ مجھے مل گیا۔"

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۲۹۴۔۲۹۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی۔ جس کا ہمارے اس جگہ کے آریہ لالہ شرمپت و ملاوامل کو بخوبی علم تھا اور ان کو یہ بھی علم تھا کہ بظاہر کوئی ایسی تقریب نہیں جو جائے امید ہوسکے۔ بلا اختیار دعا کے لئے جوش پیدا ہوا تا مشکل بھی حل ہوجائے اور ان لوگوں کے لئے نشان بھی ہو۔ چنانچہ دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے۔ تب الہام ہوا:

"دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ فِیْ شَائِلٍ مِقْیَاس۔ دَین وِل یُو گو ٹُو امرتسر۔" (Then will you go to Amratsir) یہ انگریزی کا الہام بھی ساتھ ہوا۔ یعنی دس دن کے بعد روپیہ آئے گا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے اونٹنی دُم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے، ایسا ہی مدد الٰہی بھی قریب ہے۔ دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ سو عین اس پیشگوئی کے مطابق مذکورہ بالا آریوں کے روبرو وقوع میں آیا۔ یعنی دس دن تک کچھ نہ آیا۔ گیارھویں روز محمد افضل خان صاحب نے راولپنڈی سے ۱۱۰ روپے بھیجے۔ ۲۰ روپے ایک اَور جگہ سے آئے اور پھر برابر روپیہ آنے کا سلسلہ ایسا جاری رہا جس کی امید نہ تھی۔" (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۲۵۷۔۲۵۸)

۱۸۸۳ء عیسوی یا اس سے قبل: "کچھ عرصہ ہوا ہے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اُس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ لکھا ہے...... پھر تھوڑے دنوں کے بعد حیدر آباد سے خط آگیا اور نواب صاحب موصوف نے سو روپیہ بھیجا۔ (براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۴۷۷۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

اب مارچ کا الہام ہے: "کچھ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ مجھ کو خواب آیا تھا کہ ایک جگہ مَیں بیٹھا ہوں۔ یکدفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ غیب سے کسی قدر روپیہ میرے سامنے موجود ہوگیا ہے۔ مَیں حیران ہوا کہ کہاں سے آیا۔ آخر میری یہ رائے ٹھہری کہ خدا تعالیٰ کے فرشتہ نے ہماری حاجات کے لئے یہاں رکھ دیا ہے۔ پھر ساتھ الہام ہوا کہ "اِنِّیْ مُرْسِلٌ اِلَیْکُمْ ھَدِیَّۃً"۔ کہ مَیں تمہاری طرف ہدیہ بھیجتا ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے دل میں پڑا کہ اس کی یہی تعبیر ہے کہ ہمارے مخلص دوست حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اس فرشتہ کے رنگ میں متمثل کئے گئے ہوں گے اور غالباً وہ روپیہ بھیجیں گے۔ اور مَیں نے اس خواب کو عربی زبان میں اپنی کتاب میں لکھ لیا۔ چنانچہ کل اس کی تصدیق ہوگئی۔ الحمد للہ یہ قبولیت کی نشانی ہے کہ مولیٰ کریم نے خواب اور الہام سے تصدیق فرمائی۔"

(از مکتوب ۶/مارچ ۱۸۹۵ء بنام سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسی۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ ۳)

یکم اکتوبر ۱۸۹۶ء کو حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسیؓ کے نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خط میں تحریر فرمایا:-

"کل کی ڈاک میں مبلغ ایک سو روپیہ مرسلہ آں محبّ مجھ کو پہنچا۔ اُس کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ اس روپیہ کے پہنچنے سے تخمیناً سات گھنٹے پہلے مجھ کو خدائے عزّوجلّ نے اس کی اطلاع دی۔ سو آپ کی اس خدمت کے لئے یہ اجر کافی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ سے راضی ہے۔ اس کی رضا کے بعد اگر تمام جہان ریزہ ریزہ ہو جاوے تو کچھ پرواہ نہیں۔ یہ کشف اور الہام آپ ہی کے بارہ میں مجھ کو دو دفعہ ہوا ہے۔ فالحمد للہ۔ الحمد للہ۔" (مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم حصہ اوّل۔ صفحہ ۵)

۲/مارچ ۱۹۰۴ء:-

"وقت صبح کے دیکھا کہ ایک کاغذ کا تھیلہ ہے جو روپیہ سے بھرا ہوا ہے۔ وہ مجھ کو کسی نے دیا اور مَیں نے لے لیا۔ اور رومال سفید میں اس کو باندھنے لگا ہوں۔ اور باندھتے وقت یہ دعا پڑھی: رَبِّ اجْعَلْ بَرَکَۃً فِیْہِ۔ اور یہ کلمہ بطور الہام تھا۔"

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ صفحہ ۲۳)

اب آج یہ سلسلہ آج کے خطبہ پر ختم ہوتا ہے۔ آئندہ خطبہ سے انشاء اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کی اور بے شمار صفات جو ابھی پڑی ہیں ان پر خطبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کے رزق میں برکت دے۔ ہمیں رزق کے متعلق بہت سے خطوط ملتے ہیں اور بڑی دردناک چٹھیاں ملتی ہیں اور ایسی حالت ہے کہ مَیں خود کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ ناممکن ہے کہ سب کی ضرورتیں پوری کروں۔ تو مَیں دعا کرتا ہوں عالم الغیب خدا جانتا ہے کہ ان کی ضرورتیں کیا ہیں اور وہ میری دعا سے بھی پہلے بعض دفعہ حل ہوجاتی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔